# جولوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرتے ہیں وہ انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں داخل کر لیتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸؍اپریل ۱۹۶۹ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

❁❁❁

☆ عبادت کے تقاضوں کا ذکر مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ میں ہے۔

☆ عبادت مخصوص اطاعت حکم کو چاہتی ہے۔

☆ کوئی سائنس دان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں نے خدا تعالیٰ کے قانون کو توڑ کر کچھ حاصل کیا ہے۔

☆ عبادت کے تقاضوں کو پورا کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ جاؤ گے۔

☆ گندی عادات والا حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا نہیں کر سکتا۔

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَo وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

(الذریت: ۵۶ تا ۵۷)

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِo (البينة: ٦)

اس کے بعد فرمایا:۔

گزشتہ جمعہ میں نے بتایا تھا کہ ان آیاتِ قرآنیہ پر مجموعی غور کرنے سے جو مضمون ہمارے ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اس لئے میری طرف سے جو پیغام رُسل کے ذریعہ اور بہترین رنگ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جن وانس کی طرف بھیجا جاتا رہا ہے یا بھیجا گیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اپنے ربّ کی عبادت کرو وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ تا کہ جس غرض اور جس مقصد کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے وہ مقصدِ حیات پورا ہو، نیز یہ حکم دیا ہے کہ اس عبادت کے تمام تقاضوں کو پورا کرو۔ عبادت کے تقاضوں کا ذکر مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ میں ہے الدِّيْنِ کے مختلف معانی مختلف تقاضوں کی طرف ہماری راہنمائی کرتے ہیں۔ چار تقاضوں کے متعلق جو عبادت سے وابستہ ہیں میں گزشتہ خطبہ میں مختصراً بیان کر چکا ہوں۔ پانچوں تقاضا جو یہ حکم بنی نوع انسان سے کرتا ہے کہ صرف اور صرف اللہ کی عبادت کی جائے یہ ہے کہ الدِّيْنَ کے معنی الْحُكْمُ یعنی حکم کے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عبادت یہ نہیں کہ تم میرے بتائے ہوئے طریق پر نماز یا نماز باجماعت ادا کرو یا دوسری عبادت بجالاؤ لیکن ان احکام سے جو اوامر ونواہی کی شکل میں تمہاری زندگی سے تعلق رکھنے والے ہیں غافل ہو جاؤ۔ کبھی غیر کی طرف دیکھو اور اس کا حکم ماننے کے لئے

تیار ہو جاؤ۔ کبھی اپنے نفسوں کے اندر جھانکو اور ہوائے نفس تمہیں خدا تعالیٰ سے دُور لے جانے لگے۔ عبادت سے یہ مراد نہیں بلکہ عبادت مخصوص اطاعت حکم کو چاہتی ہے۔ یعنی حکم اللہ ہی کا جاری ہو۔ اس معنی کی طرف سورہ یوسف میں بڑی وضاحت سے توجہ دلائی گئی ہے فرمایا۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (یوسف:۴۱) حکم صرف اللہ کا ہے اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (یوسف:۴۱) اس نے یہ حکم دیا ہے کہ سوائے اس کے اور کسی کی عبادت نہیں کرنی۔ اس سے وضاحت ہو جاتی ہے کہ ہمیں صرف اللہ ہی کی عبادت کرنی چاہئے اور خالصۃً اللہ کی عبادت کے معنی یہ ہیں کہ حکم اسی کا جاری ہو اور ہمیں دو شکلوں میں اس کا حکم جاری نظر آ رہا ہے ایک تو انسان کے دائرہ اختیار کو علیحدہ کر لیں تو اس میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا حکم اس طرح جاری ہوتا ہے کہ جو وہ کہتا ہے اس کی مخلوق وہی کرتی ہے۔ فرشتوں کے متعلق ان کی صفت بیان کرتے ہوئے ایک جگہ قرآن کریم نے کہا ہے کہ جو انہیں کہا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے ایک لطیف استدلال اور بھی کیا ہے اور وہ یہ کہ ہر وہ چیز جو اس طرح خدا تعالیٰ کا حکم مانتی ہے کہ اس کو انکار کا اختیار نہیں وہ فرشتوں کے وجود میں آ گئی ہے یعنی وہ بھی فرشتہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ دنیا کا ہر ذرّہ فرشتہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جو بھی حکم ہو وہ اس کے سامنے سرِ اطاعت خم کرتا ہے۔ اس کے لئے یہ ممکن نہیں۔ اسے یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ جو اللہ اسے کہے وہ نہ کرے۔ پس ہر وہ چیز جو خدا کا حکم اس طرح مانتی ہے کہ اس کو انکار کا اختیار نہیں وہ فرشتوں کی صف میں آ کھڑی ہوتی ہے۔

بہر حال اس مخلوقِ دنیا میں حکم اللہ ہی کا چلتا ہے اور جس دنیا کا میں ذکر کر رہا ہوں اس میں تو عدم اطاعت کا امکان اور گنجائش ہی نہیں۔ خدا تعالیٰ کے قانون نے اس کی مخلوق کو جکڑ رکھا ہے اور اس طرح جکڑا ہے کہ انسانی عقل ششدر اور حیران رہ جاتی ہے کہ اس نے بے شمار صفات ایک ذرّہ ناچیز میں پیدا کر دیں اور وہ الٰہی قوانین کے مطابق خدا تعالیٰ کے حکم اور منشاء کے مطابق کام کرتا چلا جاتا ہے۔ ابھی ہم نے اٹامک انرجی (ایک ذرہ کے اندر جو طاقت مخفی تھی اس) کا علم ایک حد تک حاصل کیا ہے لیکن بڑا احمق ہوگا وہ سائنس دان جو یہ سمجھے کہ ذرہ کی طاقت کا سارا علم ہمیں حاصل ہو گیا ہے۔ آگے دیکھیں اسے کیا ملتا ہے لیکن بہر حال اتنی بڑی طاقت کو اللہ تعالیٰ کے حکم نے ایک معمولی سے ذرہ کے اندر بند کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کے حکم سے اس قسم کے اجرا کا ذکر اپنی ایک فارسی نظم

میں بڑے لطیف پیرایہ میں کیا ہے کہ درخت کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں گاڑ دیا۔ اب وہ گھوڑے کی طرح کود پھر نہیں سکتا (گھوڑے پر اس نے بعض اور قوانین لگا دیئے) جن درختوں کو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ تم موسمِ خزاں میں پت جھڑ کرو گے وہ موسم خزاں میں ہی پت جھڑ کرتے ہیں۔ جن درختوں کو اس نے کہا کہ تم موسمِ بہار میں پت جھڑ کرو گے وہ موسم بہار میں ہی پت جھڑ کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کوئی درخت اپنی مرضی سے اپنے پتے جھاڑ کر اور ننگ دھڑنگ ہو کر دنیا کے سامنے آ جائے مثلاً موسم خزاں میں پتے جھاڑنے والے درخت موسم بہار میں آئیں اور کہیں کہ ہم ان درختوں کی طرح جو موسم بہار میں پہلے پتے جھاڑ کر نئے پتے نکالتے ہیں اپنے پتے جھاڑ کر بہار کے موسم میں نیا لباس پہنیں گے اللہ تعالیٰ نے کہا ہم نے جو لباس تمہیں دینا تھا وہ موسم خزاں میں ملتا ہے موسم بہار میں ہم تمہیں وہ لباس نہیں دے سکتے۔

بہر حال ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا حکم جاری ہے انسان نے سائنس میں بڑی ترقی کی ہے لیکن کوئی سائنس دان بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا اور نہ کرتا ہے کہ میں نے خدا تعالیٰ کے قانون کو توڑ کر کچھ حاصل کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے قانون کو نہ سائنس دان توڑتا ہے اور نہ توڑ سکتا ہے۔ چاہے وہ خدا کو مانتا ہو یا نہ مانتا ہو۔ اگر وہ خدا کو نہ مانتا ہو تو وہ خدا تعالیٰ کے قانون کی بجائے قانونِ قدرت کہہ دے گا اللہ تعالیٰ کے نئے سے نئے احکام اور قوانین انسان کے سامنے آتے رہتے ہیں لیکن یہ کہ کوئی سائنس دان اللہ تعالیٰ کے کسی قانون کو توڑ کر کوئی نئی چیز بنائے۔ یہ کسی سائنس دان کا دعویٰ نہیں اور نہ یہ بات اس کے دماغ میں آ سکتی ہے چاہے وہ خدا کو مانتا ہو یا نہ مانتا ہو۔ غرض ایک تو اس طرح اللہ تعالیٰ کا حکم جاری ہوتا ہے۔ دوسرا مظاہرہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے اجرا کا ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ اس نے ایک ایسی مخلوق پیدا کی جسے اس نے کہا کہ میں تجھے بعض ایسے احکام دوں گا جن کے متعلق تجھے یہ قدرت اور اختیار بھی دوں گا کہ اگر تو چاہے تو اس کا انکار کر دے۔ اب ایک ظاہر بین نگاہ میں (جو محض ظاہر کو دیکھتی ہے) گویا انسان نے خدا کا حکم توڑ دیا وہ سمجھتا ہے کہ خدا کا حکم اس معنی میں جاری نہیں تھا حالانکہ حکم کو توڑنے کی طاقت اور قوت اللہ تعالیٰ نے ہی اسے دی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ایک انسان کو جو خدا کے حکم کو بشاشت کے ساتھ اپنی مرضی اور اختیار سے قبول کرنے والا ہو پیدا ہی نہ کرتا تو یہ شکل ہمارے سامنے نہ آتی۔ اللہ تعالیٰ کا ایسی مخلوق پیدا کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ دنیا کو یا فرشتوں کو یا شیطان کو یہ بتائے کہ ہم نے ایک ایسی مخلوق پیدا کی ہے کہ جو اپنے اختیار اور اپنی مرضی سے ہمارے احکام کے نیچے اپنی گردن رکھتی ہے۔ خواہ ایسا کرنے میں دنیوی اور

جسمانی طور پر اسے کتنی ہی تکلیف کیوں محسوس نہ ہو لیکن اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ خدا تعالیٰ کا حکم اپنی پوری شکل میں یہاں بھی جاری ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا صرف یہ حکم نہیں کہ تم میری عبادت کرو اور اس کے تقاضوں کو پورا کرو بلکہ جو حکم اور فیصلہ اللہ تعالیٰ نے جاری کیا ہے یہ ہے کہ تم میرے احکام اوامر اور نواہی کی پابندی کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمہیں اپنی رضا کی جنتوں میں داخل کروں گا اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تم جہنم میں جاؤ گے۔ یہ ہے پورا بنیادی حکم جو اس آزاد انسان کی دنیا میں ہمیں نظر آتا ہے۔ اس حکم کو کوئی شخص توڑ نہیں سکتا کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں خدا تعالیٰ کے احکام کو توڑوں گا اور جن باتوں سے رکنے کی اس نے مجھے تعلیم دی ہے وہ میں کروں گا اور پھر بھی میں خدا کی جنت میں چلا جاؤں گا۔ یہ ہو نہیں سکتا حکم خدا کا ہی جاری ہے۔ خدا کی جنت میں وہی جائے گا جو برضا و رغبت اپنے اختیار اور مرضی اور بشاشت سے قربانیاں دیتے ہوئے ان احکام کو خلوصِ نیت کے ساتھ اپنی زندگی میں پورا کرے گا۔ اسی کے نتیجہ میں اسی کی جنت ملتی ہے مگر وہ بدقسمت اور بدبخت گروہ جو اپنے ربّ کی عظمت اور اس کے جلال کو پہچانتا نہیں وہ اپنی مرضی سے اور اس اختیار سے جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کے ایک حصہ کو بظاہر توڑتا ہوا نظر آتا ہے لیکن دراصل وہ اسے توڑ نہیں رہا دراصل اس کے سامنے دو راستے ہیں ان دونوں راستوں میں سے غلط راستہ کو جو مستقیم نہیں وہ اختیار کرتا ہے لیکن پہنچتا وہیں ہے جہاں اسے یہ غلط راستہ پہنچاتا ہے یعنی دوزخ میں۔ یہ نہیں کہ وہ غلط راستہ پر چلنا شروع کر دے اور اسی غلط راستہ کو مجبور کرے کہ وہ اسے جنت تک پہنچا دے۔ یہ بات ہمیں نظر نہیں آتی۔ غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم میرے اوامر کو اور میرے نواہی کو خالصۃً میرے لئے قائم کرو۔ دنیا میں میری عظمت اور جلال کو قائم کرو اور اس محاذ پر جو طاقتیں حملہ آور ہوں میرے فدائی بن کر ان کا مقابلہ کرو۔ یہ حملے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک اندرونی ایک بیرونی۔ تم ان دونوں کا مقابلہ کرو۔

پس کہا مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ جہاں تک میرے احکام، اوامر و نواہی کا تعلق ہے تم اخلاص کے ساتھ اور محض اللہ کے لئے ان کو اپنی زندگیوں میں قائم کرو تو تم میری عبادت بجالانے والے ہو گے ورنہ نہیں۔ نفس کی خواہشات ہیں جن کو ہم ہوائے نفس کہتے ہیں۔ سستیاں ہیں غفلتیں ہیں بے اعتنائی ہے۔ عظمت باری ہے اور جلالِ باری کے احساس کا فقدان یا اس کی کمی ہے۔ یہ ساری چیزیں انسان کو خدا تعالیٰ کے فرمودہ کے خلاف اور اس کے احکام کے خلاف لے جاتی ہیں۔ پس خدا نے کہا کہ میں نے تمہیں اپنی

عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور اس بات کا تقاضا یہ ہے کہ معاشرہ کے متعلق، اقتصادیات کے متعلق، سیاست کے متعلق یا جس دائرہ کے اندر بھی تمہیں غلبہ ملے یا تمہیں راعی بننے کی توفیق ملے اس کے اندر میرا حکم جاری ہونا چاہئے۔ اگر تم اس دائرہ میں میرے حکم کے اجرا کی کوشش کرو گے تو تم میرے سچے اور حقیقی عبادت گزار بندے بنو گے ورنہ نہیں بنو گے۔

پس پانچواں تقاضا اللہ تعالیٰ کی عبادت کا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے یہ ہے کہ اس کے حکم کو ہم قائم کرنے والے ہوں اور اوامر ونواہی کی نگرانی کرنے والے ہوں کہ ہمارے ماحول میں ہمارے نفسوں سمیت خدا کے حکم اور امر کے خلاف کوئی نہ جائے اور اس نے ہماری روحانی اور جسمانی ترقیات کے لئے جو پابندیاں ہم پر لگائی ہیں ان کا احترام کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں نفسانی خواہشات اور ارادوں کو کچھ نہ سمجھا جائے اور اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ کوئی دوسری ایجنسی، کوئی دوسرا گروہ یا جماعت اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی میں اپنے اثر ورسوخ کے نتیجہ میں کوئی خرابی نہ پیدا کرے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم عبادت کے اس تقاضا کو پورا کرو گے تو تم اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ جاؤ گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (الطّور:۴۹) جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی پر ثباتِ قدم دکھاتا ہے اور استقلال اور استقامت کے ساتھ ان پر قائم ہوجاتا ہے اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کا خیال نہیں رکھتا وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں نہیں آ سکتا۔

چھٹا تقاضا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت ہم سے کرتی ہے یہ ہے کہ انسان اپنی اس زندگی میں بہت سی عادتیں پیدا کر لیتا ہے وہ عادتیں پختہ ہوجاتی ہیں۔ ان عادات کے متعلق بھی ہر وقت ہوشیار اور چوکنا رہ کر اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا چاہئے۔ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔ اَلدِّيْنُ کے ایک معنی عادت کے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے اندر یا ان لوگوں میں جن کے تم راعی مقرر کئے گئے ہو کوئی ایسی عادت نہیں پیدا ہونی چاہئے جو عبادت میں اخلاص کے سوا کچھ اور ہو یعنی جو اللہ تعالیٰ سے تعلق کو قائم کرنے کی بجائے خدا تعالیٰ سے دور لے جانے والی ہو۔ ماحول کے بداثرات عاداتِ بد پیدا کر دیتے ہیں اور ان کے بہت بھیانک نتائج نکلتے ہیں۔ تمہاری عادات بھی خالصۃً اللہ کے لئے اور اس کی رضا کی تلاش میں ہونی چاہئیں۔ وہ اس غرض سے ہونی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیں حاصل ہو۔

عادات کا تعلق عبادات سے بڑا گہرا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت سی جگہ اس پر روشنی ڈالی ہے اور عبادات میں ان کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے مخلص بندے ترقی بھی کرتے رہتے ہیں یعنی وہ اپنی قربانی کو بڑھاتے رہتے ہیں تا ان کو دوہرا ثواب مل جائے۔ بعض انسانوں کی عبادتیں یا یوں کہنا چاہئے کہ ہر انسان کی بعض عبادتیں زندگی کے بعض حصوں میں ایسی ہوتی ہیں جن کی اسے عادت نہیں پڑتی۔ نفس اور عبادت میں ایک قسم کا جہاد شروع ہو جاتا ہے اور کبھی سستی ہو جاتی ہے تو انسان خطرے میں پڑ جاتا ہے لیکن پھر ایسی عادت پڑ جاتی ہے کہ انسان اس کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ مثلاً الٰہی جماعتوں میں اخلاص میں ترقی کرنے والے ہزاروں ہمیں نظر آتے ہیں جو آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اپنے نیک انجام کو پہنچتے ہیں لیکن اِکّا دُکّا ایسا بھی نظر آتا ہے جو اخلاص میں ترقی کرتے کرتے بلند مقام پر پہنچ جانے کے بعد پھر وہاں سے واپس آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ جو لوگ اپنے اندر یا اپنے ماحول میں یا اپنے بچوں میں اچھی عادتیں پیدا نہیں کرتے وہ بڑا خطرہ مول لے رہے ہوتے ہیں۔ بچوں میں کسی نیک کام کی عادت پڑ جائے تو وہ بہت مفید ہوتی ہے۔ مثلاً مسجد میں آنے کی عادت ہے میں نے ایسے بچے تو دیکھے ہیں جو چھوٹی عمر کی وجہ سے اور بعض دفعہ تربیت کی کمی کی وجہ سے مسجد میں آتے ہیں تو آدابِ مسجد کا خیال نہیں رکھتے لیکن مسجد میں آنے کی عادت بڑی اچھی ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ بعد میں آدابِ مسجد کا خیال بھی رکھنے لگ جائیں گے لیکن اگر بدعادات پڑ جائیں تو نیک اعمال خطرہ میں پڑ جاتے ہیں۔ نیک اعمال کے راستہ میں بدعادات روک بن جاتی ہیں ان کے نتیجہ میں غیر کے سامنے بھی جھکنا پڑتا ہے مثلاً بعض قومیں ہیں انہیں ایک خاص اقتصادی معیار کی عادت پڑ جاتی ہے اور جب ان کا یہ معیار خطرہ میں ہوتا ہے تو وہ دوسری قوموں کے سامنے جھک جاتی ہیں وہ انہیں کہتی ہیں کہ ہمیں کچھ دو ورنہ ہم مرے۔ حالانکہ انہیں کوئی حقیقی خطرہ نہیں ہوتا صرف عادت کی وجہ سے وہ موت کا احساس پاتے ہیں۔ میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں اگر ہمارے ملک میں کپڑا درآمد کرنا بند کر دیا جائے تو ہمارے ملک کے شاید ۹۹ فیصدی شہری ایسے ہوں گے جن کو اس کا کوئی احساس ہی نہ ہوگا لیکن ایک فیصدی یا شاید ہزار میں سے ایک ایسا بھی ہوگا جو شور مچانا شروع کر دے گا کہ ہم مارے گئے ہم مارے گئے کیونکہ ان کو ہر دوسرے مہینہ نیا سوٹ اور وہ بھی دو تین سَو روپے فی گز والے کپڑے کا پہننے کی عادت ہوتی ہے اور یہ عادت غیروں کے سامنے جھکنے پر مجبور کرتی ہے۔ اگر کپڑا میسر آ جائے تو اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ

خواہش رکھنا کہ باہر سے کپڑا ضرور آتا رہے میرے نزدیک بے غیرتی ہے۔ کئی دفعہ مجھے خیال آتا ہے کہ اگر باہر سے کپڑے کی درآمد بالکل بند کر دی جائے یا باہر سے موٹروں کی درآمد بالکل بند کر دی جائے یا اور بہت سی چیزیں ہیں اگر ان کی درآمد بند کر دی جائے تو ہمیں کوئی نقصان نہیں ہوگا بلکہ نقصان کی بجائے ہمیں فائدہ ہوگا۔ مثلاً عورتوں کے استعمال کی چیزیں لپ سٹک اور فیس پوڈر وغیرہ ہیں ان کی درآمد بند کر دینے سے نقصان کی بجائے ملک کو فائدہ ہوگا جو مستورات ان چیزوں کا استعمال کر رہی ہیں ان کی صحت پر بھی اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ ان کے حقیقی آرام پر بھی اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ ان کی عزت اور وقار پر بھی اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا ان کی جو زندگی خدا کے نزدیک مقدر ہے یعنی عام حالات میں جتنے سال انہوں نے زندہ رہنا ہے اس پر بھی اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا لیکن جن مستورات کو ان چیزوں کی عادت پڑ چکی ہے وہ شور مچا دیں گی کہ ’’ہائے مرگیاں لپ سٹک دے بغیر کس طرح زندہ رہواں دیاں‘‘ حالانکہ لپ سٹک کا ان کی زندگی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہاں ان کی عادت کے ساتھ اس کا ضرور تعلق ہے۔ غرض بُری عادتوں میں سب سے زیادہ خرابی یہ ہے کہ وہ انسان کو غیر اللہ کی طرف جھکنے پر مجبور کر دیتی ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ایسے سامان پیدا کئے ہیں کہ کوئی انسان اپنی نشوونما اور اپنی ارتقاء کے لئے غیر اللہ کا محتاج نہیں ہے لیکن گندے ماحول کے نتیجہ میں ایسی بُری عادتیں پڑ جاتی ہیں کہ بعض مضحکہ خیز مطالبے شروع ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک لپ سٹک یا موٹر کا سوال ہے یا درآمد کئے ہوئے کپڑوں کا سوال ہے میری ذاتی رائے یہ ہے کہ ان کے استعمال کو ترک کرنے سے قوم کو فائدہ پہنچ سکتا ہے نقصان کوئی نہیں پہنچے گا۔ ان لوگوں کو بھی جن کو مثلاً بڑی بڑی کاریں استعمال کرنے کی عادت پڑی ہوئی ہے اس کا کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ جہاں تک کپڑے کا سوال ہے اگلے دس پندرہ سال تک ان کی عادتیں پوری ہوتی رہیں گی کیونکہ انہوں نے اتنے جوڑے بنائے ہوئے ہیں کہ وہ دس پندرہ سال تک چلیں گے۔ صرف جہاں تک روز نئے سوٹ اور جوڑے پہننے کا سوال ہے اس میں ضرور فرق پڑے گا۔

بعض مردوں کو یہ شوق ہوتا ہے کہ وہ ہر دوسرے تیسرے مہینہ ایک نئے سوٹ میں ملبوس نظر آئیں یا بعض مستورات سمجھتی ہیں کہ ہمیں ہر روز ایک نیا جوڑا پہننا چاہئے اور یہ نہایت گندی عادت ہے۔ اس کا ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ غریب طبقہ کے دلوں میں بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے۔ ملک میں ہزار قسم کی خرابیاں اور فساد پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ضرورت پڑے تو دو تین جوڑوں سے بھی آدمی کام لے لیتا ہے۔

اسلام نے یہ نہیں کہا کہ روز نیا جوڑا پہنو ہاں اس نے یہ حکم دیا ہے کہ صاف رہو۔ صاف لباس میں ملبوس رہو اور دو جوڑے کپڑے رکھنے والے بھی صاف رہتے ہیں اور میں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جن لوگوں کے پاس دس دس جوڑے کپڑے ہوتے ہیں وہ بعض دفعہ اتنے گندے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھا نہیں جاتا۔ ان کے کپڑوں اور جسموں سے بدبو آ رہی ہوتی ہے۔

غرض گندی اور بُری عادت خدا سے دُور لے جاتی ہے اور قومی خدمات میں سستی پیدا کرنے کا موجب بنتی ہے۔ جس شخص نے حقوق اللہ اور حقوق العباد ہر دو کو ادا کرنا ہو اس کے اندر بُری اور گندی عادت نہیں ہونی چاہئے اگر اس میں بُری اور گندی عادت ہے تو یا وہ حقوق اللہ کو ادا نہیں کر سکے گا یا حقوق العباد کو ادا نہیں کر سکے گا۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اس بات کا خیال رکھو کہ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ جو عادت بھی تمہارے اندر پیدا ہو وہ ایسی نہ ہو کہ نیک اعمال میں روک بنے غیر اللہ کے سامنے جھکنے پر مجبور کرے۔ حقوق العباد کی ادائیگی میں روک پیدا کرے۔ اس کے مقابلہ میں ایسی عادت ڈالو جن کے نتیجہ میں نیک اعمال بشاشت سے سرزد ہوتے رہیں جن کے نتیجہ میں انسان اپنی طبیعت اور عادت سے مجبور ہو جائے کہ ہر وقت خدا تعالیٰ کے سامنے سربسجود رہے اور اس کے ذکر میں محو رہے اور جن کے نتیجہ میں جب اللہ تعالیٰ کے احکام کو دیکھ کر بنی نوع انسان کی ہمدردی جوش میں آئے تو ہر انسانی عادت بنی نوع انسان کی ہمدردی پر اُسے مجبور کر رہی ہو اور قومی خدمت میں سست نہ کر دے۔

ساتواں تقاضا اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے ہم سے یہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اس دنیا کا نظام کچھ اس طرح بنایا ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے ماحول میں ایک حاکم کی حیثیت رکھے گا اور وہ اپنے ماحول پر غالب ہوگا۔ تم راعی بن جاؤ گے۔ ایسے حالات میں تم میں سے جسے جس حد تک غلبہ اور طاقت اور اثر اور نفوذ حاصل ہو وہ اسے اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر دے یعنی وہ اپنے غلبہ اور طاقت کا غلط استعمال نہ کرے بلکہ اس کا ایسے رنگ میں استعمال کرے کہ اللہ کی رضا اور خوشنودی اسے حاصل ہو اور جو کچھ کیا جائے اس کی اطاعت میں کیا جائے۔

ہمارے ہاں کہتے ہیں ''اللہ مالک ہے'' یہ محاورہ بڑا پیارا ہے حقیقت یہی ہے کہ اللہ ہی مالک ہے۔ اللہ کے سوا وہ کونسی ہستی ہے جو کسی چیز کی بھی مالک ہو اور جو بھی غلبہ اور طاقت ملتی ہے وہ خدا تعالیٰ سے ہی

ملتی ہے۔وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَّشَآءُ (البقرۃ:۲۴۸) اللہ جسے چاہتا ہے طاقت اور غلبہ اور حکومت دیتا ہے۔حکومت سے مراد صرف کسی قوم یا ملک کی بادشاہت نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر ایک گھر کا ایک بادشاہ ہے۔اپنے ماحول کا ایک بادشاہ ہے سکول کا ایک بادشاہ ہے یعنی اپنے اپنے ماحول میں ہر ایک کو طاقت اور غلبہ حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مُلک اور طاقت اور غلبہ اور بادشاہت تو اللہ کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمتِ کاملہ سے اپنے بندوں میں سے بعض کو کسی نہ کسی رنگ میں غلبہ یا اثر ورسوخ دیتا ہے۔طاقت عطا کرتا ہے اس لئے تم اس طاقت اور غلبہ اور اثر کو اسی طرح استعمال کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور جس طرح اس نے ایک اور آیت میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ (فاطر:۱۴) لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ (التغابن:۲) یعنی اللہ تعالیٰ ربّ ہے۔

ساری بادشاہت اور غلبہ اور طاقت اس کو حاصل ہے جہاں تک تمہارا تعلق ہے لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ تم اپنی زندگیوں کو اس طرح گزارو کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور اس کے مالک ہونے کا احساس دنیا میں پیدا ہو اور یہ احساس پیدا ہو کہ وہ تمام تعریفوں کا مستحق ہے کیونکہ جو اس کے بندے بن جاتے ہیں وہ ایسے کام کرتے ہیں کہ انسان کو مجبور ہو کر ان کی تعریف کرنی پڑتی ہے اور جب انسان کو مجبور ہو کر اللہ کے بندوں کی تعریف کرنی پڑتی ہے تو اللہ جس نے اس بندہ کو پیدا کیا کس قدر تعریف اور حمد کا مستحق ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنی طاقت کے استعمال میں تمام بدیوں سے اپنے آپ کو اس طرح بچائے کہ انسانی عقل اس سے یہ نتیجہ نکالے کہ جس اللہ کی طرف یہ منسوب ہونے والا ہے اس کی حمد۔اس کی تعریف الفاظ اور بیان سے باہر ہے۔ایسے انسان میں تکبر نہیں پیدا ہوتا کیونکہ جب انسان اس یقین پر قائم ہو کہ تمام طاقت اور غلبہ اور بادشاہت اللہ کی ہے۔وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَّشَآءُ (البقرہ:۲۴۸) انسان کو جو کچھ ملتا ہے وہ اللہ کی منشا اور ارادہ سے ملتا ہے تو پھر اس کی اپنی تو کوئی خوبی نہ رہی۔اس لئے اس کی زبان پر اپنی بڑائی کی بجائے لَا فَخْرَ کا نعرہ ہوتا ہے۔یعنی وہ کہے کہ مجھ میں کوئی فخر کی بات نہیں۔ میں اپنے اندر کوئی خوبی نہیں پاتا۔اللہ تعالیٰ نے محض اپنے رحم اور فضل سے مجھے یہ عطا کیا ہے اور ایسا شخص کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا جو اللہ کی مخلوق کو دکھ پہنچانے والا ہو۔ایسا انسان کبھی ظالم نہیں ہوگا کیونکہ وہ اس یقین پر کھڑا ہوگا کہ بادشاہت اللہ کی ہے۔اللہ تعالیٰ کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے (باپ ہونے کی

حیثیت سے، ماں ہونے کی حیثیت سے، ماسٹر ہونے کی حیثیت سے یا پرنسپل ہونے کی حیثیت سے، اپنی جماعت کے صدر یا سیکرٹری ہونے کی حیثیت سے یا دوسری ہزار حیثیتوں میں ) انسان کو طاقت اور غلبہ ملتا ہے صرف کسی ملک یا قوم کی بادشاہت کی حیثیت سے ہی نہیں۔ انسان یہ کہتا ہے کہ یہ طاقت اور غلبہ تو دراصل خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ وہی ہر چیز کا مالک ہے اس نے مجھے طاقت اور غلبہ میں جس کا وہ منبع اور سرچشمہ اور حقیقی مالک ہے اس لئے شامل کیا ہے کہ میں اس کی مخلوق کی بھلائی کے کام کروں۔ ایسا انسان ظلم کر ہی نہیں سکتا۔

غرض اَلدِّیْنُ کے ایک معنی غلبہ کے بھی ہیں اور صحیح عبادت کا ساتواں تقاضا یہ ہے کہ وہ غلبہ مُخْلِصِیْنَ لَهٗ ہو یعنی خالص اللہ کے لئے انسان اپنے اپنے ماحول میں اپنے غلبہ کا استعمال کرنے والا ہو اور خدا کی حمد کے جذبہ کو انسان کے دل میں پیدا کرنے والا ہو تکبر اور ظلم اور دوسری ایسی بُرائیاں جو اللہ کی طرف منسوب ہونے والوں میں نہیں پائی جانی چاہئیں وہ اس میں نہیں پائی جانی چاہئیں۔ باقی حصہ میں انشاءاللہ پھر بیان کروں گا۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۵؍جون ۱۹۶۹ء صفحہ ۲ تا ۶)

☆......☆......☆